۵۰

دیکھنا بہت مشکل ہے۔ اس کے بین السطور گویا یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انگریزی لغت دیکھنا بہت آسان ہے۔ آئیے اس کا بھی تجزیہ کر کے دیکھ لیں کہ حقیقت کیا ہے۔

عربی میں کسی لفظ کے فعل ماضی کے پہلے صیغہ یعنی واحد مذکر غائب میں جو حروف ہوتے ہیں وہ اس لفظ کے اصلی حروف ہوتے ہیں۔ انہیں مادہ بھی کہتے ہیں۔ اب فعل ماضی سے جتنے بھی لفظ بنیں گے ان میں یہ حروف اصلی موجود ہوں گے۔ جیسے "قَتَلَ" کے حروف اصلی "ق، ت اور ل" ہیں۔ اب مَقْتَلٌ ۔ قَاتِلٌ ۔ مَقْتُوْلٌ سب میں ق۔ت۔ل موجود ہیں۔ عربی کے طالب علم کو اوزان کا علم ہونے کے بعد کسی بھی لفظ کے حروف اصلی پہچاننے میں کوئی دقّت پیش نہیں آتی۔ اب حروف اصلی پہچاننے سے اسے اس لفظ کے فعل ماضی کا علم ہو گیا۔ اگر اس کے معنی اسے نہیں معلوم تو اسے لُغت دیکھنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی۔ اس لئے کہ لغت میں تمام لفظوں کے مادے ایک خاص ترتیب سے درج ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ان سے بننے والے تمام افعال کے معنی لکھے ہوتے ہیں۔ اور مشتق یعنی قواعد کے مطابق مقررہ وزن پڑھنے والے الفاظ کے معنی لکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی بلکہ فعل کے معنوں سے ہی ان کے معنی سمجھے جا سکتے ہیں۔

انگریزی کی طرف آئیں تو وہاں بھی لُغت دیکھنے کے لئے ایک خاص سطح تک زبان کا فہم ہونا ضروری ہے۔ اسم (NOUN) اور فعل (VERB) میں جب تک آپ واضح تمیز نہ کر سکتے ہوں اور فعل (VERB) کی مختلف حالتوں سے بھی جب تک آپ کو آگاہی نہ ہو آپ کے لیے لُغت بے معنی ہے۔ مثلاً WENT کے معنی W کی پٹی میں دیکھنا حماقت ہو گی۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ کسی انگریزی لفظ کے معنی تلاش کرنے کے لئے آپ لغت اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے جب تک آپ کو اس کے ہجّاء (SPELLING) بھی نہ یاد ہوں۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ چند اوزان یاد کرنا مشکل ہے یا ہر ہر لفظ کے ہجّاء یاد کرنا۔ اور عربی لغت دیکھنا مشکل ہے یا انگریزی لغت دیکھنا!

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد　　جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اس سلسلہ میں ایک اہم بات کو بھی ہم نظر انداز کر جاتے ہیں ۔ یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ عربی کے بے شمار الفاظ اردو میں استعمال ہوتے ہیں ۔ ہم ان کے معنیٰ اور مفہوم سے بخوبی واقف ہیں ۔ اس طرح اردو جاننے والوں کے لئے تو عربی سیکھنا مزید آسان ہو جاتا ہے ۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ہی ذہنوں میں یہ بات ٹھونک ٹھونک کر بٹھا دی گئی ہے کہ عربی بہت مشکل ہے اور المیہ یہ ہے کہ ہم نے اس پر یقین بھی کر لیا ہے ۔ ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئیے ۔

ہمارے پڑھے لکھے طبقہ میں عربی کے متعلق اس غلط فہمی کو عام کرنے میں اس کے پرانے طریقۂ تعلیم کا بھی بڑا دخل ہے ۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ کم عمر کے لڑکوں کے لئے عربی کا پرانا طریقہ تعلیم کس حد تک موزوں ہے ؟ اس سلسلہ میں حتمی طور پر کوئی بات کہنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک اس مسئلہ پر باضابطہ تحقیق نہ ہو جائے ۔ البتہ ایک بات قطعی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ پرانا طریقۂ تعلیم رٹے (CRAMMING) پر مبنی ہونے کے باعث بالغوں کے لئے یقیناً ناموزوں ہے ۔ خوش قسمتی سے اس سلسلہ میں کافی کام ہو چکا ہے اور ایسے ادارے وجود میں آ چکے ہیں جو جدید طریقہ پر بالغوں کو عربی کی تعلیم دے رہے ہیں ۔ اور طریقۂ تعلیم کو بہتر بنانے کا کام ابھی جاری ہے ۔ اس سمت میں مزید تحقیق و جستجو اور خوب سے خوب تر کی تلاش کا سفر جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا ۔ لیکن بہرحال عربی تعلیم کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ کو دور کیا جا چکا ہے اور یہ بات اطمینانِ قلب کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ عربی زبان کا سیکھنا اور سمجھنا دوسری زبانوں کی نسبت آسان ہے ۔ لیکن ہم اس پر غور نہیں کرتے ۔ اس ضمن میں ہمارا رویہ اس شخص کا سا ہے جس سے کسی نے کہا تھا کہ کوّا تمہارا کان لے گیا اور وہ شخص یہ دیکھے بغیر کہ اس کا کان موجود ہے یا نہیں کوّے کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا ۔

یہ کتنی واضح حقیقت ہے کہ ہم لوگوں کے بچے نرسری سے A B C D پڑھنا شروع کر دیتے ہیں ۔ پھر ۱۴ ۔ ۱۵ سال کی محنت شاقہ کے بعد جب وہ BA کرتے تو انگریزی زبان میں ان کی جو بھی استعداد ہوتی ہے ، وہ ہم میں سے کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ۔ البتّہ یہی بچے اپنی دفتری اور کاروباری ضرورت کے تحت جب انگریزی پڑھنے ، لکھنے اور بولنے

© rasailojaraid.com

کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں، تو ان کی استعداد میں قابلِ قدر اضافہ ہوتا ہے۔

دوسری طرف عربی کا طالب علم صرف دو سال کی نارمل محنت کے بعد عربی میں جو استعداد حاصل کرتا ہے وہ ایک B.A پاس نوجوان کی انگریزی استعداد سے بہت بہتر ہوتی ہے۔ اتنے واضح ثبوت کی موجودگی میں یہ کہنا کہ عربی بہت ہی مشکل ہے، ایک کھلا جھوٹ ہے۔ صریح ظلم ہے۔ خدارا "اصل حقیقت" کو سمجھیں۔ خود بھی سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں۔

اور حقیقت یہی ہے کہ ایک ہی استعداد اور ذہانت کے طلبہ کو یکساں روزآنہ وقت دے کر باقی زبانوں کے مقابلے پر عربی زبان کی تعلیم میں نسبتاً بہتر معیار حاصل کیا جاسکتا ہے یا نسبتاً کم وقت میں زیادہ تعلیمی ترقی حاصل ہوسکتی ہے

★★

بقیہ: ڈیپریشن کا علاج

بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج ابھی تک دریافت نہیں ہوا ہے یعنی سرطان اور ایڈز (AIDS) وغیرہ ـــــ لیکن مندرجہ بالا حدیث کے آئینے میں یہ بات سو فیصد وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ بیماریاں بھی لاعلاج نہیں ہیں۔ لہٰذا نفسیاتی بیماریوں کا بہترین علاج "سکونِ قلب" ہی میں مضمر ہے جو ذکرِ الٰہی اور نماز کے ذریعے ہی ممکن ہے تاکہ روحانی اور نفسانی صفائی و پاکیزگی کا موجب بنے۔ درحقیقت ہم کسی بھی بیماری کی احتیاط اور روک تھام کے لئے اسلام کے صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہ کر سرخرو ہوسکتے ہیں جیسا کہ آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی اور سنتِ نبویؐ سے ثابت ہے۔

تبصرہ کتب

کتاب کا نام : نقد الحدیث لدی المسلمین مع دراسۃ موضوعات ابن ماجہ (بالانجلیزیہ)
بھی لکھا گیا ہے تاہم کتاب انگریزی زبان میں ہے اور اس کا عنوان ہے:
'CRITICISM OF HADITH AMONG MUSLIMS WITH REFRENCE TO SUNAN IBN MAJA'

مصنف : مولانا صہیب حسن عبد الغفار

ناشر : (i) Ta ha Publishess, Wynne Road, London,
(ii) Al-Quran Society, Belmont Road, London

تعداد صفحات: ۲۵۲ قیمت تین پونڈ برطانوی

مسلمانوں نے اپنے پیغمبرؐ کی سنّت اور سیرت کی حفاظت کے لئے کس قدر محنت اور کاوش کی؟ — اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت سے بیان کی جانے والی ہر بات کی صحت اور صداقت کی جانچ اور پرکھ کے لئے بڑی بیدار مغزی کے ساتھ تنقید کا ایک علمی معیار قائم کیا۔ اس مقصد کے لئے ان کے اہلِ علم نے روایت اور درایت کے اصول وضع کئے۔ روایتِ حدیث میں "اسناد" کو صحتِ روایت کی ایک اہم اساس ٹھہرایا۔ شریکِ روایت تمام راویوں کے نام بترتیب بتانے کے ساتھ یہ تحقیق بھی ضروری قرار دی کہ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی ذہن رکھنے والے تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل! اس قسم کی جزئی باتوں کا پتہ چلانا سخت مشکل اور دشوار کام تھا۔ سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اس کام میں صرف کردیں۔ وہ ایک ایک شہر گئے۔ راویوں سے ملے۔ ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں۔ جو لوگ ان کے زمانے میں موجود نہ تھے ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کئے —
اور اس ساری تحقیقات کے نتیجے میں "اسماء الرجال" کا وہ عظیم الشان فن تیار ہوگیا جس کی بدولت آج کم از کم ایک لاکھ سے زیادہ شخصوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں اور اگر — بقول مولانا شبلی نعمانیؒ — ڈاکٹر اسپرنگر (SPRENGER) کے حسنِ ظن کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ کیونکہ علم اسماء الرجال کی مشہور کتاب "الاصابہ" کا جو نسخہ ڈاکٹر موصوف کی تصحیح کے ساتھ کلکتہ سے چھپا تھا، اس کے دیباچہ میں انہوں نے لکھا تھا کہ "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی

© rasailojaraid.com